International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 01, Jan-Jun 2023
pp:257 - 277

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

سنن اربعہ کے مؤلفین کے حالات زندگی: تحقیقی جائزہ

The Life Situations of the Authors of the Four Sunans: A Research Review

Dr. Mirza Safdar baig
Lecturer ISLAMIAT Govt Associate College Basir pur okara, Pakistan
Farrah Sarwar
MPhil scholer, Leads University Lahore, Pakistan
Naheema BiBi
Phd Arabic Scholar, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

Abstract

The Sunan Arba'a, comprising four renowned Hadith collections—Sunan Abi Dawood, Sunan an-Nasa'i, Sunan Ibn Majah, and Jami' at-Tirmidhi—are significant in the Islamic tradition for their comprehensive compilation of prophetic traditions. This research paper delves into the lives and contributions of the authors of these collections. Abu Dawood, born in Sistan (present-day Iran), was a prominent 9th-century scholar known for his meticulous compilation methodology. His Sunan Abu Dawood is esteemed for its focus on jurisprudential hadiths. An-Nasa'i, originally from Khurasan, also thrived in the 9th century. His Sunan is celebrated for its rigorous criteria in selecting authentic hadiths, making it a crucial source for Islamic jurisprudence. Ibn Majah, from Qazvin (Iran), offered a more accessible approach, integrating unique narrations in his Sunan, contributing significantly to the diversity of hadith literature. Lastly, at-Tirmidhi from Tirmidh (Uzbekistan) was distinguished for his comprehensive analysis and classification of hadiths, blending jurisprudential, ethical, and theological traditions in his Jami.' This paper critically analyzes their scholarly journeys, methodological innovations, and the socio-political contexts that influenced their works. Through examining their biographical backgrounds, educational pursuits, and the scholarly networks they were part of, this study underscores the pivotal role these scholars played in preserving and transmitting the prophetic traditions. Their contributions are not merely confined to their compilations but extend to their influence on subsequent generations of Islamic scholars and the evolution of hadith sciences.

Keywords: Hadith, Islamic scholarship, Abu Dawood, an-Nasa'i, Ibn Majah, at-Tirmidhi.

CC BY

تعارف موضوع

سنن اربعہ، یعنی سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، اور جامع ترمذی، اسلامی روایت میں انتہائی اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ ان مجموعوں کے مؤلفین نے حدیث کی جمع و تدوین میں عظیم خدمات سر انجام دیں ہیں۔ یہ تحقیق ان چاروں مؤلفین کی زندگیوں اور ان کی علمی خدمات کا تفصیلی جائزہ پیش کرتی ہے۔ امام ابو داؤد، جن کا تعلق سیستان (موجودہ ایران) سے تھا، نویں صدی کے معروف عالم تھے۔ ان کی سنن ابو داؤد حدیث کی فقہی اہمیت کے لئے جانی جاتی ہے۔ امام نسائی، خراسان کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی سنن حدیث کی صحت کے لئے ان کی سخت شرائط کی وجہ سے معروف ہے۔ امام ابن ماجہ، قزوین (ایران) کے تھے اور ان کی سنن منفرد روایات کے ادخال کی وجہ سے مشہور ہے۔ آخر میں، امام ترمذی، ترمذ (موجودہ ازبکستان) سے تھے، جنہوں نے حدیث کی جامع تحلیل اور درجہ بندی کی۔

امام ترمذی

صحیحین کے بعد صحاح ستہ میں جس کتاب کو سب سے زیادہ مقبولیت ملی وہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی جامع ہے جو "سنن ترمذی" کے نام سے زیادہ مشہور ہے، دروس حدیث کے حلقوں میں جو پذیرائی اس کتاب کی ہوئی وہ شاید ہی کسی کتاب کی ہوئی ہو، اس میں بڑا حصہ اس کتاب کی جامعیت، مضامین کے تنوع، اور بہترین ترتیب کا ہے، پھر اس کتاب سے استفادہ بھی بہت آسان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ میں عام طور پر سب سے پہلے اسی کتاب کا درس ہوتا ہے، اس کے بعد صحاح کی اور کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ دریائے جیحون کے کنارے ترمذ ایک مشہور شہر تھا، جہاں بڑے بڑے علماء و محدثین پیدا ہوئے، اسی لیے اس کو "مدینۃ الرجال" بھی کہا جاتا تھا۔ امام صاحب موصوف قصبہ "بوغ میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ نام محمد، کنیت ابو عیسیٰ، والد کا نام عیسیٰ تھا۔ حصول علم کے لیے حسب دستور پہلے اپنے وطن کے علماء و مشائخ سے استفادہ کیا، پھر حجاز، عراق اور خراسان کا سفر کیا اور وہاں کے مشائخ سے حدیثیں سنیں، ان کے مشائخ کی تعداد سیکڑوں میں ہے، ان میں مندرجہ ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:- امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، اسحاق بن راہویہ، ابو مصعب زہری، قتیبہ بن سعید رحمھم اللہ وغیرہ۔

امام صاحب کی ذہانت، قوت حفظ اور شوق و طلب کی وجہ سے اساتذہ ان کی قدر کرتے تھے، خاص طور پر امام بخاری کا ان سے خاص تعلق تھا، یہاں تک کہ امام بخاری ان سے فرماتے تھے:

"ما انتفعت بك أكثر مما انتفعت بي"

(جتنا تم نے مجھ سے فائدہ اٹھایا اس سے زیادہ میں نے تم سے اٹھایا)۔

صحاح ستہ کے مصنفین میں امام ترمذی کو حدیث کے رسوخ کے ساتھ ساتھ تفقہ میں بھی امتیاز حاصل تھا، امام بخاری کی طویل صحبت نے اس میں رنگ بھرا تھا، امام ذہبی لکھتے ہیں: وتفقه في الحديث بالبخاري (حدیث میں ان کو بخاری سے تفقہ حاصل ہوا۔[1] حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے ان کے امتیاز کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

"وكان من أول من طرق موضوع ما يسميه الناس اليوم الفقه المقارن ۔

(جس کو لوگ آج تقابلی فقہ کا نام دیتے ہیں، امام ترمذی نے اس کی بنیاد رکھی ہے) مولانا آگے لکھتے ہیں:"اپنے زمانے کے مجتہدانہ مسالک کو محفوظ کر کے انھوں نے بڑا کام کیا۔

صحاح ستہ کے مصنفین میں امام ترمذی ی کو بعض وہ امتیازات حاصل ہیں جن میں وہ منفرد ہیں، سب سے پہلے انہوں نے ہی تقابلی فقہ کی بنیاد ڈالی اور علم حدیث میں تو وہ بعد والوں کے لیے مقتدی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ امام ترمذی ان لوگوں میں سے ہیں جو علم حدیث میں لائق تقلید ہیں۔ "جامع تاریخ" لکھی، اور "العلل تصنیف کی، ان میں پورے اتفاق کے ساتھ ان کی عالمانہ شان نظر آتی ہے، قوت حفظ میں وہ ضرب المثل تھے۔[2] امام حاکم نیساپوری فرماتے ہیں:"میں نے عمر بن ملک سے یہ کہتے سنا کہ بخاری دنیا سے گئے تو پورے خراسان میں انہوں نے ایسا انسان نہیں چھوڑا جو علم، قوت حفظ، زہد و تقوی میں ترمذی کے ہم پلہ ہو، اتنا روتے تھے کہ بینائی جاتی رہی اور سالوں نابینا رہے۔[3]

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

"هو أحد أئمة هذا الشأن في زمانه"۔

ان علوم میں اپنے زمانے کے اماموں میں سے تھے۔[4]

ابن العماد خیلی کا کہنا ہے:

"كان مبرزاً على الأقران،آية في الحفظ والاتقان"

ہم عصروں میں ممتاز تھے، اور حفظ واتقان میں ایک نشانی تھے۔[5]

سنن کے علاوہ ان کی سب سے مشہور کتاب "الشمائل" ہے جس میں انہوں نے اسانید سے آنحضور کا حلیہ مبارک اور عادات واخلاق عالیہ نقل کیسے ہیں، اس کتاب کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی، اس فن میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے، اس کی چالیس سے دوسری مشہور کتاب العلل" ہے جو کہ اپنے فن میں منفرد کتاب ہے۔ علوم حدیث کے سلسلہ کی یہ اولین کتابوں میں ہے، حافظ ابن حجر نے اس کی بڑی مفید شرح لکھی ہے جو ڈاکٹر نورالدین عتر کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ امام صاحب کی ایک کتاب "تسمية أصحاب رسول الله " کے نام سے بھی ہے، اس میں سات سو اٹھائیس صحابہ کے نام نسبت اور کنیت کے ساتھ درج ہیں، لیکن امام صاحب کی سب سے مشہور کتاب "سنن الترمذي" ہے جس نے ان کو ممتاز ترین محدثین اسلام کی فہرست میں نمایاں مقام عطا کیا ہے۔

سنن الترمذی

سنن ترمذی کو صحاح ستہ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے، ایک طرف اس میں احکام کی احادیث ہیں، دوسری طرف کوئی اہم موضوع نہیں چھوٹا جس کی روایات امام صاحب نے جمع نہ کی ہوں، چالیس سے زیادہ موضوعات کا انہوں نے احاطہ کیا

ہے، پھر مسالک فقہاء کے تذکرہ کے علاوہ علوم حدیث کی مختلف قسموں کو اس طرح انہوں نے اپنی کتاب میں سمو دیا ہے کہ یہ کتاب علوم حدیث کا ایک حسین گلدستہ بن گئی ہے، چنانچہ حافظ ابو جعفر بن الزبیر فرماتے ہیں:

"امام ترمذی کو علم حدیث کے مختلف فنون کو جمع کرنے کے لحاظ سے جو امتیاز حاصل ہے اس میں کوئی اور ان کا شریک نہیں"[6]

صحاح میں "جامع" کا اطلاق صرف دو کتابوں پر ہوتا ہے: ایک امام بخاری کی "صحیح" پر، دوسرے امام ترمذی کی "جامع" پر، اور "جامع" اسی کتاب کو کہتے ہیں جن میں بنیادی طور پر آٹھ موضوعات کا احاطہ ہو:-(1) عقائد (۲) احکام (۳) آداب (۴) سیر (۵) فتن (۶) اشراط (۷) تفسیر (۸) مناقب۔

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کتاب کے امتیازات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ کتاب بیک وقت جامع بھی ہے، اور سنن بھی، اس لیے کہ اسے فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں احادیث کا تکرار نہیں۔ اس میں امام ترمذی نے تمام فقہاء کے بنیادی مستدلات کو جمع کیا ہے، اور ہر ایک کے لیے جدا باب قائم کیا ہے۔ ہر باب میں امام ترمذی نے فقہاء کے مذاہب بالالتزام بیان کیے ہیں، جس کی وجہ سے یہ کتاب حدیث کے ساتھ فقہ کا بھی قابل قدر ذخیرہ بن گئی ہے۔ امام ترمذی ہر حدیث کے بارے میں اس کا درجہ استناد بھی بتاتے ہیں۔ اور سند کی کمزوریوں کی تفصیل کے ساتھ نشان دہی کرتے ہیں۔ ہر باب میں امام ترمذیایک یا دو تین احادیث ذکر کرتے ہیں، اور ان احادیث کا انتخاب کرتے ہیں جو عموماً دوسرے ائمہ نے نہیں نکالیں لیکن ساتھ ہی "وفي الباب عن فلان وفلان" کہہ کر ان احادیث کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جو اس باب میں آسکتی ہیں، چنانچہ بہت سے علماء نے صرف امام ترمذی کی "وفي الباب" کی تخریج پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اگر حدیث طویل ہو تو امام ترمذی عموماً اس میں سے صرف وہ حصہ ذکر کرتے ہیں جو باب سے متعلق ہو، اسی لیے ترمذی کی احادیث مختصر اور چھوٹی ہیں، اور انہیں یاد رکھنا آسان ہے۔ اگر کسی حدیث کی سند میں کوئی علت یا اضطراب ہو تو امام ترمذی اس کی مفصل تشریح فرماتے ہیں۔

خود امام ترمذی اپنی اس تصنیف کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:۔

"صنفت هذ المسند الصحيح وعرضته على علماء الحجاز فَرَضُوا به، وعرضته على علماء العراقِ فَرَضُوا به، وعرضته على علماء خراسان فَرَضُوا به، ومن كان في بيته هذاالكتاب فكأنها في بيته نبي ينطق - وفي روا ية "يتكلم"

میں نے سنن ترمذی تصنیف کر کے علمائے حجاز کے سامنے پیش کی تو انہوں نے پسند کی۔ علمائے عراق کے سامنے پیش کی تو انہوں نے پسند کی، علمائے خراسان کے سامنے پیش کی تو انہوں نے پسند کی، اور جس گھر میں یہ کتاب موجود ہے اس کے گھر میں گویا پیغمبر موجود ہے جو بتا رہا ہے۔

ہندوستانی علماء نے اس کی جو شروحات لکھی ہیں ان میں اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحمن مبارک پوری کی شرح سب سے زیادہ مقبول ہوئی، ان کے علاوہ مولانا محمد یوسف بنوری نے بھی اس کی بڑی فاضلانہ شرح لکھنی شروع کی تھی جو مکمل نہ ہو سکی، اور اس کی "کتاب الحج تک چھ جلدیں شائع ہوئیں۔ان شروحات کے علاوہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی اور علامہ انور شاہ کشمیری کے دروس بھی عربی میں شائع ہوئے۔ اردو میں مولانا محمد تقی عثمانی کے درس ترمذی کے نام سے شائع ہوا۔ سنن ترمذی کا ایک قیمتی نسخہ وہ بھی ہے جو حضرت سید احمد شہید کے خاندان کے ایک بزرگ مولانا قطب الہدیٰ محدث نے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے درس کے دوران لکھا، اس میں ان کے درس کے کچھ امالی بھی موجود ہیں۔ عربی میں خاص طور پر بڑی فاضلانہ کتابیں اس پر لکھی گئی ہیں، جن میں ڈاکٹر نور الدین عتر کا یہ خاص موضوع ہے، انھوں نے متعدد کتابیں اس موضوع پر تصنیف کی ہیں، جن میں "الموازنة بین جمع الترمذي والصحیحین" خاصے کی چیز ہے، مولانا عبد الرحمن مبارک پوری نے "تحفة الأحوذي" کا مقدمہ مستقل ایک ضخیم جلد میں تصنیف فرمایاہے، جس میں امام ترمذی، ان کی تصنیفات خاص طور پر سنن اور اس کی شروحات کا بھرپور تذکرہ کیاہے۔

امام ابوداؤد

صحاح ستہ کے مصنفین میں شیخین کے بعد امام ابوداؤد ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ خود صحاح کے مصنفین میں سے امام نسائی اور امام ترمذی دونوں ان کے شاگرد ہیں، اور ان کی سنن اس حیثیت سے فائق ہے کہ احادیث احکام کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب میں ہے وہ صحاح ستہ میں اور کسی کتاب میں نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ کتاب تصنیف ہوتے ہی اس کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ شاید ہی دوسری کتاب کو حاصل ہوا ہو۔امام صاحب کی ولادت ۲۰۲ھ میں ہوئی، یمن کے ایک قبیلہ ازد سے ان کا نسبی تعلق تھا، کہا جاتا ہے کہ ان کے اجداد میں سے عمران "جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے اور اس میں شہید ہوئے[7]۔

نام سلیمان، والد کا نام اشعث بن اسحاق ہے، ابوداؤد کنیت ہے۔ امام صاحب نے سب سے پہلا سفر بغداد کا کیا، اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی اس کے بعد ہی وہ بصرہ تشریف لے گئے پھر علمی اسفار کا سلسلہ جو شروع ہوا تو مصر، شام، عراق، حجاز اور دوسرے اسلامی شہروں کا رخ کیا اور وہاں کے محدثین سے حدیثیں سنیں، امام کثیر لکھتے ہیں:

ابو داود السجستاني أحد أئمة الحديث الرحالين الى الآفاق في طلبه [8]

ابو داود ان ائمہ حدیث میں ہیں جنہوں نے طلب حدیث کے لیے دور دور کی خاک چھانی۔

مشائخ

امام ابوداؤد نے بڑے شہروں میں اہم مراکز کے علمی دورے کیے، اور محدثین کی ایک بڑی تعداد سے استفادہ کیا، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کے مشائخ کی تعداد تقریباً تین سو تک پہنچتی ہے[9] ان میں مشہور ترین حضرات میں امام یحییٰ بن معین، امام

اسحاق بن راہویہ، امام بن ابی شیبہ جیسے حضرات شامل ہیں، ان کے مشائخ میں ایک تعداد ان حضرات کی بھی ہے جو بخاری و مسلم کے بھی اساتذہ میں سے ہیں۔

امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں:

كان أبوداود مع إمامته في الحديث و فنونه من كبار الفقهاء فكتابه يدل على ذلك وهو من نجباء أصحاب الإمام أحمد لازم مجلسه مدة وسأله عن دقاق المسائل في الفروع والأصول۔[10]

حدیث اور علوم حدیث میں رتبہ امامت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بڑے فقہاء میں سے تھے ان کی کتاب اس کی دلیل ہے۔ وہ امام احمد کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، ایک مدت ان کے ساتھ گزاری اور اصول و فروع کے دقیق مسائل ان سے معلوم کرتے رہے) یہی وہ مسائل ہیں جو انہوں نے مستقل ایک کتاب میں جمع فرمادیئے ہیں جو مسائل الامام احمد کے نام سے علامہ رشید رضا کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ امام صاحب سے امام ابو داؤد نے مختلف حیثیتوں سے فائدہ اٹھایا، ان کے زہد و ورع اور اخلاق و تقوی کا بھی عکس جمیل ان پر نظر آتا ہے، علامہ ابن کثیر ابو موسیٰ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد نے امام احمد سے تفقہ حاصل کیا اور ایک زمانہ تک ان کے ساتھ رہے، بعض ائمہ سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی سیرت و کردار اور طور طریق میں امام احمد کے مشابہ تھے اور احمد وکیع کی طرح تھے۔ سیرت و اخلاق کا یہ تسلسل جو آنحضور سے چل کر امام احمد کے واسطہ سے امام ابو داؤد تک پہنچا۔ یہ ان کے لیے ایک سند کا درجہ رکھتا ہے۔ امام ابن عبد البر اپنی سند سے لکھتے ہیں:

كان يقول: رحم الله مالكاً كان إماماً، رحم الله الشافعي كان إماماً، رحم الله أبا حنيفة كان إماماً[11]**۔**

خدا کی رحمت ہو مالک پر وہ امام تھے، خدا کی رحمت ہو شافعی پر وہ امام تھے، خدا کی رحمت ہو ابو حنیفہ پر وہ امام تھے۔

علمی مقام حدیث میں امام صاحب موصوف کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ صحاح ستہ کے مصنفین میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، ان کے بارے میں یہ جملہ بہت مشہور ہے کہ:

الين لأبي داؤد الحديث كما الين لداؤد الحديد[12]**۔**

ابو داؤد کے لیے حدیثیں ایسی آسان کر دی گئی ہیں جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا تھا۔ حدیث میں اس بلند مقام کے ساتھ ان کو یہ امتیاز حاصل ہے فقہ میں بلند پایہ رکھتے ہیں۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

كان رأسا في الفقه رأسا في الحديث۔

وہ فقہ میں بھی بلند مقام پر تھے اور حدیث میں بھی بلند مقام پر تھے۔

حافظ موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں:

" خلق ابو داؤد في الدنيا للحديث وفي الآخرة للجنة [13]

ابو داؤد کو دنیا میں حدیث کے لیے اور آخرت میں جنت کے لیے پیدا کیا گیا۔

حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں:

ابو داؤد امام أهل الحديث في عصره بلامدافعة" [14]

فن حدیث میں اس بلند مرتبہ کے ساتھ فقہ میں بھی ان کا بلند مقام تھا، ان کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام کے لیے خاص فرمایا، اور ان کے اس فقہی ذوق کی وجہ سے علامہ ابو اسحاق شیر ازی نے طبقات الفقہاء" میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ زہد و احتیاط اور محبوبیت زہد و تقویٰ میں بھی امام صاحب بلند مقام رکھتے تھے، ان کی زندگی ایک قابل تقلید نمونہ کی زندگی تھی، حضرت سہل بن عبد اللہ تستری جو کبار اولیاء اللہ میں سے ہیں ایک مرتبہ خود حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: مجھے آپ سے ایک ضرورت ہے امام صاحب نے فرمایا: کیا ضرورت ہے؟ حضرت سہیل نے فرمایا: میں اس وقت جاؤں گا جب آپ یہ وعدہ کریں کہ اگر میرے بس میں ہوا تو میں ضرور پورا کروں گا۔

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

"كان الامام أبوداؤد أحد أئمة الدنيا فقهاً وعلماً وحفظاً ونسكاً وورعاً و اتقاناً [15]

امام ابو داد وفقاہت میں علم میں، حفظ میں، عبادت وورع میں اور علم کی پختگی میں دنیا کے اماموں میں سے ایک ہیں۔

امام ابو داؤد کے خادم ابو بکر بن جابر ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بغداد میں امام صاحب کے ساتھ تھے مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے دروازے پر دستک دی میں نے جا کر دروازہ کھولا تو وہاں امیر ابو احمد الموفق موجود تھے، انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی، امام صاحب نے اجازت دی اور دریافت فرمایا کہ اس وقت کیسے زحمت فرمائی؟ امیر نے کہا کہ تین ضرورتیں ہیں، امام صاحب نے کہا فرمایئے، امیر نے کہا کہ آپ بصرہ منتقل ہو جائیں، اور وہاں سکونت اختیار کر لیں تا کہ لوگ وہاں آپ کی خدمت میں حاضر رہیں امام صاحب نے فرمایا دوسری بات، اس امیر نے کہا کہ آپ میرے بچوں کو سنن کی روایات سنا دیں، امام صاحب نے فرمایا تیسری ضرورت کیا ہے، امیر نے کہا کہ ان بچوں کو الگ سے سنائیں اس لیے کہ امیر کے بچے عام لوگوں میں نہیں بیٹھ سکتے، امام صاحب نے فرمایا یہ تیسری چیز تو ممکن نہیں، اس لیے کہ اس علم کے

سامنے سب چھوٹے بڑے برابر ہیں، ابن جابر کہتے ہیں اس کے بعد سے امیر کے بیٹے آتے تھے اور سب کے ساتھ بیٹھ کر حدیثوں کی سماعت کرتے تھے، ایک پردہ درمیان میں ڈال دیا جاتا تھا۔[16]

امام نووی فرماتے ہیں: "ابو داؤد کی تعریف میں سب رطب اللسان ہیں، قوت حفظ، رسوخ فی العلم، مہارت اور زہد، دینداری اور حدیث میں گہرے فہم پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔[17] امیر ابو احمد کی درخواست پر امام صاحب نے بصرہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ وہیں شوال ۲۷۵ھ میں ان کی وفات ہوئی، اور حضرت سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے، ایک فرزند یادگار چھوڑا جو خود آگے چل کر حدیث کے امام ہوئے اور ابو بکر عبداللہ بن ابی داؤد کے نام سے مشہور ہوئے، امام صاحب نے ان کی تعلیم و تربیت کا بڑا اہتمام فرمایا تھا، امام کے متعدد مشائخ سے انہوں نے بھی روایات سنیں۔ امام صاحب کی کنیت ابو داؤد سے اندازہ ہوتا ہے کہ داؤد نام کے ہی ان کے کوئی فرزند رہے ہوں گے لیکن تاریخ میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا ممکن ہے بچپن میں وفات ہوگئی ہو۔

امام صاحب نے متعدد کتابیں اور رسائل تصنیف فرمائے، ذیل میں اس کی تفصیل نقل کی جارہی ہے۔

(1) المراسیل، مطبوعہ

(۲) الرد علی القدریۃ، اس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اور امام سیوطی نے تدریب الراوی میں کیا ہے۔

(۳) الناسخ والمنسوخ، حافظ ابن حجر اور امام سیوطی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

(۴) مسائل الامام احمد، اس کتاب کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے، فقہی ابواب کی ترتیب پر یہ کتاب تصنیف کی گئی ہے اور علامہ رشید رضا مصری کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

(۵) کتاب الزھد، مطبوع

(۶) رسالۃ بسلسلۃ تعارف السنن، یہ اہل مکہ کے نام امام صاحب کا ایک تفصیلی مکتوب ہے جس میں امام صاحب نے اپنی سنن کا تعارف کرایا ہے اور اپنا منہج بتایا ہے اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے، یہ رسالہ علامہ زاہد الکوثری کی تحقیق و حواشی کے ساتھ ۱۳۶۹ھ میں مستقل چھپ چکا ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی بذل المجہود کے ساتھ بھی ۱۳۹۳ھ میں چھپا اور شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے بھی اپنی تحقیق اور حواشی کے ساتھ اس کو شائع کیا۔

سنن ابی داؤد

امام صاحب نے اس کتاب کا انتخاب پانچ لاکھ احادیث کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ احادیث احکام کے ساتھ خاص ہے فقہی روایات کا جتنا بڑا ذخیرہ اس میں موجود ہے وہ صحاح ستہ میں کسی دوسری کتاب میں نہیں ہے۔

ابو جعفر بن زہیر لکھتے ہیں:

احادیث فقہیہ کے استیعاب کے سلسلہ میں ابو داؤد کو جو بات حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو حاصل نہیں۔[18] اور واقعہ یہی ہے کہ سنن ابی داؤد سے پہلے ہمیں کوئی کتاب ایسی نہیں ملتی جس میں حدیث احکام کا اتنا بڑا ذخیرہ ہو اور وہ صرف اسی موضوع کے ساتھ حاصل ہو، جس کی لوگوں کو سب سے زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔امام ابو داود نے اپنی کتاب کے حوالے سے فرمایا:" آپ لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ آپ کو میں یہ بتاوں کہ کتاب السنن میں جو حدیثیں ہیں کیا وہ میرے علم کے مطابق صحیح ترین حدیثیں ہیں ؟ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سب ایسی ہی ہیں، سوائے یہ کہ وہ حدیث دو صحیح طریقوں سے مروی ہو اور ان میں ایک کا راوی اسناد میں مقدم ہو (یعنی اس کی سند عالی اور واسطے کم ہوں) اور دوسرے کا حفظ بڑھا ہوا ہو، ایسی صورت میں کبھی اول الذکر طریقہ ہی کو لکھ دیتا ہوں"۔اس میں کسی متروک الحدیث شخص سے کوئی روایت نہیں ہے، اور اگر اس میں کوئی منکر روایت آ گئی ہے تو میں نے اس کا منکر ہونا بیان کر دیا ہے اور یہ اس وقت ہوا ہے جب اس باب میں اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہ ہو۔ اور میری کتاب میں اگر کوئی روایت ایسی تھی کہ اس میں کمزوری زیادہ تھی تو میں نے اس کو بھی بیان کر دیا ہے اور جس روایت کے بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا تو وہ ٹھیک ہے، اور بعض روایات بعض سے صحت میں بڑھی ہوئی ہیں، اور اگر یہ کتاب میرے علاوہ کسی اور کی لکھی ہوئی ہوتی تو میں اس کے بارے میں اور زیادہ کہتا، اور یہ ایسی کتاب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ کی جو سنت بھی ٹھیک سند سے تمھیں ملے گی وہ اس میں موجود ہو گی۔

میرے علم میں قرآن کے بعد جتنا اس کتاب کا سیکھنا لوگوں پر لازم ہے اتنا اور کسی چیز کا نہیں، جب کوئی شخص اس کتاب کو دیکھے گا اور اس میں غور کرے گا اور اس کو سمجھے گا تب اس کو اس کی قدر ہو گی"۔ اور جو حدیثیں میں نے کتاب السنن میں درج کی ہیں ان میں اکثر مشہور روایات ہیں جو ہر اس شخص کے پاس موجود ہیں جس نے تھوڑا بہت بھی احادیث کو لکھا ہے لیکن ان میں تمیز کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔" اور میں نے کتاب السنن میں صرف احکام ہی کی روایات نقل کی ہیں، زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کی روایات نہیں نقل کیں، بس یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں جو سب کی سب احکام پر مشتمل ہیں۔[19]

علماء کا خراج تحسین

یہ امام صاحب کے رسالہ سے چند اقتباسات ہیں جن سے کتاب کی اہمیت وافادیت ظاہر ہوتی ہے، ہر دور میں علماء نے اس کا اعتراف کیا ہے، خود امام صاحب کے شاگرد اور اس کتاب کے ایک اہم ناقل وراوی امام ابن الأعرابی فرماتے ہیں:

لو أن رجلاً لم يكن عنده من العلم إلا المصحف الذي منه كتاب الله ثم هذا الكتاب وأشار الى نسخة السنن وهى بين يديه لم يجتمع معهما الى شئ من العلم البته[20]۔

اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کے پاس سوائے مصحف یعنی کتاب اللہ کے اور سوائے اس کتاب یعنی سنن کے اور کچھ علم نہ ہو تو بھی اس کو ان دونوں کے بعد اور کسی علم کی ہر گز ضرورت نہ پڑے گی۔

علامہ ابن حزم کا بیان ہے کہ ایک بار حافظ سعید بن السکن صاحب الصحیح کی خدمت میں محدثین کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور انہوں نے کہا: ہمارے سامنے حدیث کی بہت سی کتابیں آگئی ہیں اگر شیخ اس سلسلہ میں کچھ ایسی کتابوں کی طرف ہم لوگوں کی رہنمائی کریں کہ جن پر ہم اکتفاء کر سکیں تو بہتر ہے، حافظ ابن السکن نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا بلکہ سیدھے اندر گھر میں تشریف لے گئے اور کتابوں کے چار بستہ لا کر تلے اوپر رکھ دیئے پھر فرمانے لگے:

"هذه قواعد الاسلام، كتاب مسلم و كتاب البخارى و كتاب أبي داؤد و كتاب النسائى[21]۔

یہ اسلام کی بنیادیں ہیں، مسلم کی کتاب، بخاری کی کتاب، ابو داود کی کتاب اور نسائی کی کتاب۔

امام ابو داؤد نے اس کتاب کی تکمیل بہت پہلے اپنے عہد شباب ہی میں کر لی تھی، یہ وہ زمانہ تھا جب ان کے محبوب استاذ و شیخ حضرت امام احمد بن حنبل زندہ تھے۔ امام صاحب نے جب یہ کتاب امام احمد کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے اس کی تحسین فرمائی۔ یہ کتاب تصنیف ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو مقبولیت عطا فرمائی، امام صاحب کے ایک شاگرد حافظ محمد بن مخلد دوری فرماتے ہیں:

فلما صنف السنن وقرأه على الناس صار كتابه لأهل الحديث كالمصحف يتبعونه و أقرله أهل زمانه بالحفظ[22]

جب انہوں نے کتاب السنن تصنیف کی اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو محدثین کے لیے ان کی کتاب مصحف کی طرح قابل اتباع بن گئی، اور ان کے معاصرین ان کی قوت حفظ کے قائل ہو گئے۔

سنن ابو داود کے سب سے پہلے شارح امام خطابی شرح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

ان كتاب السنن لأبي داؤد كتاب شريف لم يصنف في علم الدين كتاب قبله، وقد رزق القبول من الناس كافة فصار حكماً بين فرق العلماء وطبقات الفقهاء على اختلاف مذاهبهم فلكل فيه وردومنه شرب[23]۔

امام ابو داود کی کتاب السنن ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی تصنیف نہیں ہوئی اور اس کو تمام لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوئی، چنانچہ یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقوں میں اختلاف مذاہب کے باوجود حکم مانی جاتی ہے، سب اس کے گھاٹ پر آتے ہیں اور اسی سے سیر اب ہوتے ہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں:

"وينبغي للمشتغل بالفقه وغيره الاعتبار بسنن أبي داؤد ، بمعرفته التامة، فان معظم أحاديث الأحكام التي يجتمع بها فيه مع سهولة تناوله وتلخيص أحاديثه وبراعة مصنفه واعتناءه بتهذيبه[24]۔

فقہ اور دوسرے علوم میں مشغول ہونے والوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ سنن ابی داؤد سے بھرپور فائدہ اٹھائیں، اس لیے کہ احکام کی اکثر حدیثیں جن سے استدلال کیا جاتا ہے اس میں موجود ہیں، اس سے استفادہ آسان بھی ہے اور اس کی حدیثیں خلاصہ کے طور پر موجود ہیں، اور مصنف کی مہارت بھی ظاہر ہوتی ہے اور مصنف نے بہتر طریقے پر ان کی تنقیح بھی کی ہے۔

الاسلام فالموضع الذي خصه به بحيث صار حكما بين أهل الاسلام وفصلا في موارد النزاع والخصام فإليه يتحاكم المنصفون و بحكمه يرضى المحققون فانه جمع شمل أحاديث الأحكام ورتبها أحسن ترتيب ونظمها أحسن نظام مع انتقاءها أحسن الانتقاء وإطراحه فيها أحاديث المجروحين والضعفاء[25]

اور جب کہ سنن ابی داؤد کو اسلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے اس طور پر کہ اس کی حیثیت مسلمانوں میں ایک قاضی کی اور نزاعات و اختلافات کے موقعوں پر دوٹوک فیصلہ کرنے والی کی ہے، اہل انصاف اس سے فیصلہ کرتے ہیں اور اس کے فیصلہ پر اہل تحقیق مطمئن ہوتے ہیں، امام صاحب نے احکام کی منتشر روایات کو اس میں جمع کر دیا ہے، اور اس کو بہتر سے بہتر طریقے پر مرتب فرمایا ہے اور بہتر تنقیح کے ساتھ اس کی ترتیب فرمائی ہے اور اس سے مجروح اور ضعیف راویوں کی احادیث بالکل الگ کر دی ہیں۔

مؤرخ زماں ابن خلکان لکھتے ہیں:

أحد حفاظ الحديث وعلمه و علله وكان في الدرجة العالية من النسك والصلاح[26]۔

حدیث، علوم حدیث اور عمل کے حافظ تھے اور عبادت وصلاح میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

شروحات اور متعلقات

یہ چیز بھی سنن ابی داؤد کی حیثیت کو بہت بلند کرتی ہے اور صحاح میں اس کو ممتاز مقام وفیات الأعیان: ۲-۴۰۴

امام نسائی

صحاح ستہ کے مصنفین میں امام نسائی کو بلند مقام حاصل ہے، اکثر محققین نے صحیحین کے بعد سنن نسائی کو صحیح ترین کتاب قرار دیا ہے اور متقین کی ایک جماعت نے ان کی شرائط کو سخت ترین شرائط میں شمار کیا ہے۔ ولادت اور نام و نسب خراسان" اور "ماوراء النہر کا علاقہ عالم اسلام کے لیے دماغ کی حیثیت رکھتا ہے، وہاں کی خاک سے ایسے ایسے علماء اور ماہرین فن پیدا ہوئے جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے، اسی خراسان کے ایک شہر "نساء میں امام نسائی پیدا ہوئے، آج دنیا امام صاحب کی اس نسبت کی وجہ سے "نا" کو جانتی ہے۔ ۲۱۵ھ میں امام صاحب کی ولادت ہوئی نام "احمد" رکھا گیا، والد کا نام "شعیب اور دادا کا نام علی بن سنان" ہے "ابو عبد الرحمن کی کنیت سے مشہور ہوئے لیکن دنیا امام نسائی" کے نام سے جانتی ہے، صحاح ستہ کے مصنفین میں تین کو اپنے وطن کی نسبت کے ساتھ شہرت ہوئی، امام بخاری، امام ترمذی اور امام نسائی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی ہو گی، اس کے بعد سب سے پہلا سفر پندرہ سال کی عمر میں بلخ کا کیا اور اس کے مضافات میں واقع ایک قصبہ مخلان" تشریف لے گئے، اس وقت وہاں حضرت قتیبہ بن سعید کی ذات مرجع خلائق تھی، امام صاحب نے ایک سال دو مہینے ان کی خدمت میں گذارے[27] اور حدیث کا علم حاصل کیا۔

علمی اسفار

اس دور میں سفر کے بغیر حصول علم کا تصور نہیں تھا، اس زمانہ کی پوری تاریخ علمی اسفار سے بھری پڑی ہے، امام نسائی نے حضرت قتیبہ بن سعید سے استفادہ کے بعد مختلف ملکوں کے سفر شروع کیے اور بڑے علماء و محدثین سے حدیثیں سنیں اور اس علم میں مہارت پیدا کی، ان کے مشہور مشائخ میں امام اسحاق بن راہویہ محمد بن نصر، یونس بن عبد الاعلی محمد بن بشار، امام ابو داؤد، امام ابوزرعہ رازی اور امام ابو حاتم رازی شامل ہیں، حافظ ابن حجر نے امام بخاری کو بھی ان کے مشائخ میں شمار فرمایا ہے۔ مصر میں قیام امام صاحب نے حجاز، شام، عراق، جزیرہ اور مصر و خراسان کے مختلف شہروں کے سفر کیے اور ماہرین فن سے استفادہ کیا، علامہ بن کثیر فرماتے ہیں: "رحل الی الآفاق واشتغل بسماع الحديث والاجتماع بالأئمة الحذاق"[28]

دور دور کے سفر کیے اور حدیثیں سننے اور ماہر ائمہ سے ملاقاتیں کرنے میں مشغول رہے لیکن آخر میں قیام کے لیے انہوں نے مصر کا انتخاب کیا، اور اس کو اپنے علوم کی نشر و اشاعت کا مرکز بنایا۔ امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں:

" حال فی طلب العلم في خراسان والحجاز ومصر والعراق والجزيرة والشام ثم استوطن مصر ورحل الحفاظ اليه ولم يبق له نظير فی هذا الشان

طلب علم کے لیے انہوں نے خراسان، حجاز، مصر، عراق، جزیرہ، شام کا سفر کیا پھر مصر میں طرح اقامت ڈال دی، اور حفاظ حدیث کھنچ کر ان کے پاس آنے لگے اور اس فن میں وہ فرد فرید بن گئے[29]۔

مصر کے محلہ زقاق القنادیل" میں ان کا قیام رہا جو علمی حیثیت سے ایک ممتاز محلہ تھا۔ ان کے تلامذہ میں امام ابو جعفر طحاوی، ابو بشر دولابی، خود امام صاحب کے صاحبزادہ عبد الکریم مشہور ہیں، امام ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ان کے تلامذہ کی طویل فہرست اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی ہے۔

ائمہ کبار اور معاصرین کا اعتراف

امام صاحب کے علو مرتبت اور فن حدیث میں ان کے امتیاز کا اعتراف ہر دور میں علماء وائمہ نے کیا ہے۔ امام دار قطنی فرماتے ہیں:

ابو عبد الرحمن مقدم على كل من يذكر بهذا العلم من أهل عصره[30] حافظ ابوعلی نیشاپوری کا قول ہے: " الامام في الحديث بلا مدافعة أبو عبد الرحمن النسائي "[31]

(حدیث میں امام نسائی بلا مقابلہ امامت کے درجہ پر فائز ہیں)۔

أبو عبدالرحمن النسائى اماماً حافظاً ثبتاً[32]

(امام نسائی امام، حافظ حدیث اور اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں) امام ذہبی ابو سعید کی بات نقل کر کے خود فرماتے ہیں:

"قلت هذا الأصح فإن ابن يونس حافظ يقظ وقد أخذ عن النسائى وهو به عارف ولم يكن أحد في رأس الثلاث مائة أحفظ من النسائي وهو أحذق بالحديث وعلله ورجاله من مسلم ومن أبى داؤد ومن أبى عيسى وهو جار في مضمار البخاري و أبي زرعة[33]

(میں کہتا ہوں یہ بات بالکل درست ہے اس لیے کہ ابن یونس خود بڑے بیدار مغز حافظ حدیث ہیں، نسائی کے شاگرد ہیں اور ان سے خوب واقف ہیں، اور تیسری صدی کے آغاز میں نسائی سے بڑھ کر کوئی دوسرا حافظ حدیث نہیں، بلکہ وہ فن حدیث کی مہارت اس کے علل ورجال سے واقفیت میں مسلم ابو داؤد اور ترمذی سے بھی بڑھے ہوئے ہیں اور بخاری اور ابو زرعہ کے ہم پلہ نظر آتے ہیں

اپنی معرکۃ الآراء کتاب سیر أعلام النبلاء میں امام نسائی کے تذکرہ کا آغاز ان بلند الفاظ میں کیا ہے:

"الامسام الحافظ الثبت شيخ الاسلام ناقد الحديث أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن على بن سنان بن بحر الخراساني النسائي صاحب السنن[34]۔

(امام، حافظ حدیث، ثقہ ترین، شیخ الاسلام حدیث کے خوب پر لکھنے والے، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر خراسانی نسائی)۔

مزید فرماتے ہیں:

" وکان من بحور العلم مع الفهم والاتقان والبصر ونقد الرجال وحسن التاليف"[35]

(فھم واتقان، گہری نظر، رواۃ کو پرکھنے اور حسن تالیف کے ساتھ ساتھ وہ علم کے سمندر تھے)

حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

" قدمه قوم من الحذاق في معرفة ذلك على مسلم بن الحجاج وقدمه الدارقطني وغيره في ذلك على امام الأئمة ابى بكر بن خزيمة صاحب الصحيح"[36]

(ان رجال میں ماہرین فن کی ایک جماعت نے ان کو امام مسلم پر بھی فوقیت دی ہے، اور امام دار قطنی اور ان کے علاوہ اوروں نے اس سلسلہ میں ان کو امام الأئمۃ ابو بکر بن خزیمہ سے فائق بتایا ہے جو خود صحیح کے مصنف ہیں)

امام سیوطی فرماتے ہیں:

"الحافظ الامام شيخ الاسلام أحد الأئمة المبرزين والحفاظ المتقنين والأعلام المشهورين"[37]

(حافظ حدیث، امام، شیخ الاسلام ممتاز ترین ائمہ، ماہر ترین حفاظ حدیث، اور مشہور اساطین امت میں ایک تھے)۔

زہد و تقوی اسی بلند علمی مقام کے ساتھ وہ تقوی اور زہد و عبادت میں بھی اپنے زمانہ میں ممتاز تھے، امام ابن اثیر رحمہ اللہ جامع الأصول کے آغاز میں تحریر فرماتے ہیں: فرماتے ہیں: کان ورعا متحرياً[38] (وہ بڑے متقی اور محتاط تھے)

حافظ محمد بن المظفر کہتے ہیں:

"سمعت مشائخنا بمصر يصفون اجتهادالنسائي في العبادة بالليل والنهار و انه خرج إلى الفداء مع أمير مصر فوصف من شهامة و اقامة السنن المأثورة فی فداء المسلمين واحترازه عن مجالس السلطان الذی خرج معه[39]

(میں نے مصر میں اپنے اساتذہ سے سنا وہ امام نسائی کی رات ودن عبادت میں سخت محنت کا تذکرہ کیا کرتے تھے، وہ امیر مصر کے ساتھ جہاد کے لیے تشریف لے گئے تو لوگ ان کی شجاعت و بہادری سنتوں کے احیاء کے لیے کوششوں اور بادشاہ کی مجلسوں سے احتیاط کے معترف ہوگئے)۔

مؤرخ زمان ابن خلکان لکھتے ہیں: "کان یصوم یوماً ویفطر یوماً[40] (وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے رہے ہوں گے لیکن شاید کم عمری ہی میں فوت ہوگئے اس لیے ان کے حالات سیر و تاریخ کی کتابوں میں نہیں ملتے۔

تصنیفات

امام صاحب نے حدیث کے مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کیں جن میں اہم کتابیں درج ذیل ہیں:

"السنن الکبری، السنن الصغری، خصائص علی مسند مالک، عمل الیوم واللیلۃ، کتاب الضعفاء والمتروکین وغیرہ۔

امام ابن ماجہ

نام ونسب حدیث کی چھ مشہور ترین کتابوں میں سے آخری کتاب سنن ابن ماجہ کے مصنف اور اپنے زمانہ کے جلیل القدر محدث وامام ہیں، محمد نام ابو عبد اللہ کنیت ہے، دنیا ابن ماجہ کے نام سے جانتی ہے، بعض مؤرخین نے "ماجہ والدہ کا نام بتایا ہے، اور بعضوں نے اس کو دادا کا لقب قرار دیا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت امام کے والد یزید کا لقب ہے، علامہ ابن کثیر نے تاریخ کی مشہور کتاب "البدایہ والنہایہ میں اس کی صراحت کی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ خود امام ابن ماجہ کے مشہور ترین شاگرد حافظ ابوالحسن بن القطان کا بیان موجود ہے، جس میں وہ نہایت حزم کے ساتھ تصریح کرتے ہیں کہ "ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا، دادا کا نہیں۔ امام موصوف کے حالات عام طور پر پردہ خفا میں ہیں، ان کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا بھی شاید علم نہ ہوتا اگر خود امام ابن ماجہ کی تصنیف تاریخ ابن ماجہ کے اخیر میں امام صاحب کے شاگرد جعفر بن ادریس کی تحریر نہ ہوتی، اتفاق سے یہ کتاب حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی کی نظر سے گذری اور انہوں نے وہ تحریر اپنی کتاب "شروط الأئمۃ السنۃ" میں نقل کر دی، اگر حافظ مقدسی اس تحریر کو نقل نہ کرتے تو بھی شاید ان تاریخوں کا علم نہ ہوتا، اس لیے کہ آج امام ابن ماجہ کی تاریخ ناپید ہے، اس تحریر میں یہ موجود ہے کہ میں نے خود ان کو فرماتے سنا کہ میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔[41]

ابن ماجہ اور علم حدیث کے مصنف نے اس تاریخ کے اعتبار سے صحاح ستہ کے بقیہ مصنفین سے امام صاحب کی معاصرت کا حساب لگایا ہے، جو حسب ذیل ہے: امام بخاری نے وفات پائی، تو اس وقت امام ابن ماجہ کی عمر ۴۷ سال تھی۔ امام مسلم نے وفات پائی تو اس وقت امام ابن ماجہ کی عمر ۵۲ سال تھی۔ امام ابو داؤد کی ولادت آپ سے سات سال پہلے ہوئی اور دو سال بعد ان کی وفات ہوئی۔ امام ترمذی کی وفات آپ سے چھ سال بعد ہوئی۔ امام نسائی آپ سے چھ سال سے چھوٹے ہیں، اور میں سال بعد ان کی وفات ہوئی۔[42]

قزوین جو امام صاحب کا مولد ومسکن تھا، جب انہوں نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو وہاں علم کا بازار گرم تھا، بڑے بڑے علماء درس حدیث میں مشغول تھے، ان میں علی بن محمد طنافسی، ابو حجر بیلی، ابو سہیل قزوینی، ہارون موسی تمیمی، ابو بکر قزوینی وہ بزرگ ہیں جن سے امام صاحب نے خود اخذ حدیث کی صراحت کی ہے ۲۳۰ھ کے بعد جب کہ امام صاحب کی عمر بائیس سال ہو چکی تھی انہوں نے حصول علم کے لیے وطن کو خیر آباد کہا، اور ان مشہور شہروں کا رخ کیا، جہاں جابجا دروس حدیث

کے حلقے لگے ہوتے تھے اور اکناف عالم سے لوگ جوق در جوق حصول علم کے لیے ان شہروں کا رخ کر رہے تھے۔ مولانا عبد الرشید نعمانی اس عہد کی ان بلیغ الفاظ میں تصویر کشی فرماتے ہیں:

یہ وہ زمانہ ہے کہ محدثین اطراف عالم میں پھیل چکے تھے، اور جابجا اسناد وروایت کے دفتر کھلے ہوئے تھے، تمام بلاد اسلامیہ میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں درسگاہیں قائم تھیں، اور بڑے زور وشور سے حدیث پاک کا درس جاری تھا، اس زمانہ میں عامہ مسلمین میں علم حدیث کا شوق اور رواج اس درجہ تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں دس دس ہزار طلبہ کا شریک ہو جانا معمولی بات تھی۔[43] امام صاحب نے خراسان، عراق، حجاز، مصر اور شام کے سفر کئے، ان کے مشہور شہروں میں مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، کوفہ، بصرہ، جمع، دمشق، بلخ، رے، سمنان، عسقلان مرد، نیشاپور، ہمدان اور واسط خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے مشہور شیوخ مندرجہ ذیل ہیں: حافظ ابو مصعب، زہری، امام ابو بکر بن ابی شیبہ (صاحب مصنف)، حافظ ابو کریب، حافظ بتاد، حافظ کبیر بندار، حافظ دورتی، امام ابو نور، حافظ ابو اسحاق ہروی امام مراوی، حافظ یونس بن عبد الاعلی، امام ابوزرہ رازی، امام ابو حاتم رازی، امام ابو جعفر دارمی، امام ذہلی، حافظ محمود بن غیلان مروزی امام موصوف نے کتاب السفن اور کتاب التفسیر میں جن مشائخ سے روایات کی ہیں ان کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔

تاریخ ولادت کے سلسلہ میں امام صاحب کے شاگرد جعفر بن ادریس کی عبارت کا تذکرہ ہو چکا ہے، جو حافظ طاہر مقدسی نے شروط الائمۃ السنۃ میں نقل کر دی ہے، حافظ صاحب موصوف لکھتے ہیں: میں نے قزوین میں امام ابن ماجہ کی تاریخ کا نسخہ دیکھا تھا، یہ عہد صحابہ سے لے کر ان کے زمانہ تک کے رجال اور امصار کے حالات پر مشتمل ہے، اس تاریخ کے آخر میں امام ممدوح کے شاگرد جعفر بن اوریس کے قلم سے حسب ذیل تحریر ثبت تھی۔ ابوعبید اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ نے دوشنبہ کے دن انتقال کیا، اور سہ شنبہ ۲۲ / رمضان المبارک ۲۷۳ھ مطابق ۸۸۶ء کو دفن کئے گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال کی تھی، آپ کے بھائی ابو بکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اور آپ کے بھائیوں ابو بکر اور ابو عبد اللہ اور صاحبزادہ عبد اللہ نے آپ کو قبر میں اتارا، اور دفن کیا۔[44] ائمہ کا خراج تحسین امام صاحب کے علمی مقام اور جلالت شان کا ہر زمانہ میں علماء نے اعتراف کیا ہے، اور بلند الفاظ میں امام صاحب کا تذکرہ کیا ہے۔

فن رجال کے امام علامہ ذہبی رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

الحافظ الكبير المفسر... محدث تلك الديار[45]

(بڑے حافظ حدیث، مفسر اور ان دیار کے محدث)

علامہ رافعی تاریخ قزوین میں رقم طراز ہیں:

هو امام من أئمة المسلمين كبير متقن، مقبول بالاتفاق[46]

(وہ ائمہ مسلمین میں بڑے ماہر فن ہیں، تمام لوگوں میں ان کو مقبولیت حاصل ہے)۔

مؤرخ کبیر امام ابن خلکان وفیات الأعیان" میں لکھتے ہیں:

"الحافظ المشهور مصنف كتاب السنن فى الحديث كان اماما في الحديث عارفا بعلومه وجميع ما يتعلق به[47]

(مشہور حافظ حدیث کتاب السنن کے مصنف، حدیث کے امام تھے، اس کے علوم کے رمز شناس اور اس سے متعلق فنون کے ماہر تھے) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام اور حافظ حدیث کے الفاظ سے یاد کیا ہے، ان کے علاوہ مورخین اور فن رجال کے ماہروں نے بلند الفاظ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

امام صاحب کی تین تصنیفات کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے، پہلی کتاب التفسیر" ہے۔ اس میں امام ابن ماجہ نے قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں جس قدر احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال مل سکے ہیں ان کو بالاسناد روایت کیا ہے۔[48] دوسری کتاب "التاریخ" ہے، یہ صحابہ سے لے کر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے جس میں بلاد اسلامیہ اور راویان حدیث کی تاریخ ہے، افسوس کی بات ہے کہ یہ دونوں کتابیں آج ناپید ہیں، ہزاروں لاکھوں کتابوں کی طرح یہ کتابیں بھی غیروں کے دستبرد سے نہ بچ سکیں۔ امام صاحب کی تیسری تصنیف "السنن" وہ کتاب ہے جس سے امام صاحب کو دنیا میں شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی، صحاح ستہ میں یہ چھٹی کتاب ہے، جو دنیا کے خطہ خطہ میں پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے۔

سنن ابن ماجہ

اس کتاب کی دو بنیادی خصوصیتیں ہیں، جن کی بناء پر اس کو صحاح ستہ میں شامل کیا گیا ہے، ورنہ دسیوں کتابیں ایسی موجود تھیں جو صحت حدیث کے اعتبار سے اس کتاب سے بدرجہا فائق تھیں، ان میں پہلی خصوصیت اس کا حسن ترتیب ہے، جس خوبی کے ساتھ احادیث کو بغیر تکرار کے اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے اور ابواب کی جو ترتیب قائم کی گئی ہے وہ دوسری کتاب میں ملنی مشکل ہے، اسی خوبی کو دیکھ کر مصنف کے استاذ امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا تھا کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو فن حدیث کی اکثر جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی۔ حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

یہ مفید کتاب ہے اور فقہ کے اعتبار سے اس کی تبویب نہایت عمدہ ہے[49]۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تھذیب التھذیب میں لکھتے ہیں:

"وكتابه في السنن جامع جيد[50]۔

(ان کی کتاب سنن میں جامع اور عمدہ ہے)۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب، کتاب کی مذکورہ بالا خصوصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے بستان المحدثین" میں تحریر فرماتے ہیں:

ترتیب کی خوبی اور بغیر کسی تکرار کے احادیث کا لے آنا اور اختصار جو یہ کتاب رکھتی ہے کوئی کتاب نہیں رکھتی۔

کتاب کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بکثرت وہ روایات موجود ہیں جن سے صحاح ستہ کی دوسری کتابیں خالی ہیں، اس کی بناء پر اس کتاب کی احادیث بہت بڑھ جاتی ہیں، اور شاید یہی بنیادی سبب ہے جس کی وجہ سے متعدد ایسی کتابوں کے بجائے جو اس سے صحت میں بدرجہا فائق تھیں اس کتاب کو صحاح ستہ میں شامل کیا گیا ہے، حافظ سخاوی مفتح المغیث" میں لکھتے ہیں:

"وقدموه على الموطا لكثرة زوائده على الخمسة بخلاف الموطا[51]

اس کو علماء نے موطا پر ترجیح اس لیے دی ہے کہ اس میں پانچوں کتابوں سے بہت سی روایات زیادہ ہیں، بخلاف موطا کے۔ صحاح ستہ میں ابن ماجہ کی شمولیت اب اس پر سب متفق ہیں کہ سنن ابن ماجہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے، لیکن تالیف کتاب کے بعد کئی صدیوں تک یہ مسئلہ ائمہ حدیث کے درمیان متفق علیہ نہیں تھا، سب سے پہلے جس شخصیت نے اس کو پانچوں کتابوں کے ساتھ شامل کیا وہ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی (۵۰م) ہیں، جنہوں نے "شروط الأئمة الستة" اور أطراف الكتب الستة دو مشہور کتابیں تصنیف کیں، اور یہیں سے صحاح ستہ یا کتب ستہ کی اصطلاح پڑی، اس کے بعد بھی عرصہ تک کتب خمسہ کی اصطلاح چلتی رہی لیکن بالآخر اس پر اتفاق ہو گیا، مشہور مؤرخ ابن خلکان لکھتے ہیں:

"وكتابه في الحديث أحد الصحاح الستة [52]

(حدیث میں ان کی کتاب صحاح ستہ کی ایک کتاب ہے)

حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"و ابو عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجه القزويني صاحب السنن التي كمل بها الكتب الستة والسنن الأربعة بعد الصحيحين۔

(اور ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی اسی سنن کے مصنف ہیں، جس سے صحاح ستہ نیز صحیحین کے بعد سنن اربعہ کی تکمیل ہوتی ہے)

حافظ عبد القادر قرشی رقمطراز ہیں:

"جب محدث کسی حدیث کے بارے میں صرف رواہ الشیخان یا رواہ الامامان کہتا ہے تو بخاری و مسلم مراد ہوتے ہیں، اور جب "رواہ الأئمة الستة" کہا جاتا ہے تو بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمزی و نسائی اور ابن ماجہ مراد ہوتے ہیں"۔[53]

صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کا درجہ ابن ماجہ اور علم حدیث کے مصنف محدث جلیل مولانا محمد عبد الرشید نعمانی تحریر فرماتے ہیں: یہ واضح رہے کہ دیگر ارباب صحاح ستہ کی طرح امام ابن ماجہ نے بھی اہل کتاب کی ترتیب و تدوین اور احادیث کے انتخاب میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا ہے، متعدد جگہ غریب احادیث کی تفصیل دی ہے، مختلف بلاد کی جو

مخصوص روایات ہیں ان کی نشاندہی کی ہے۔[54] آگے تحریر فرماتے ہیں: غرض امام ممدوح نے لاکھوں احادیث کے ذخیرہ سے چار ہزار روایات کا انتخاب کر کے ان کو مختلف ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ درج کیا ہے"۔[55] انہی خصوصیات کی بناء پر تاریخ قزوین کے مصنف کا کہنا ہے:

"والحفاظ يقرنون كتابه بالصحيحين وسنن أبي داود والنسائي ويحتجون بما فيه[56]۔

حفاظ حدیث ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن ابی داؤد، اور سنن نسائی کے برابر رکھتے ہیں، اور اس کی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

حافظ عبد القادر قرشی رقمطراز ہیں:

"جب محدث کسی حدیث کے بارے میں صرف رواہ الشیخان یارواہ الامامان کہتا ہے تو بخاری و مسلم مراد ہوتے ہیں، اور جب "رواہ الأئمة السنة" کہا جاتا ہے تو بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ مراد ہوتے ہیں"۔

صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کا درجہ ابن ماجہ اور علم حدیث کے مصنف محدث جلیل مولانا محمد عبد الرشید نعمانی تحریر فرماتے ہیں: یہ واضح رہے کہ دیگر ارباب صحاح ستہ کی طرح امام ابن ماجہ نے بھی اہل کتاب کی ترتیب و تدوین اور احادیث کے انتخاب میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا ہے، متعدد جگہ غریب احادیث کی تفصیل دی ہے، مختلف بلاد کی جو مخصوص روایات ہیں ان کی نشاندہی کی ہے۔[57] آگے تحریر فرماتے ہیں: غرض امام ممدوح نے لاکھوں احادیث کے ذخیرہ سے چار ہزار روایات کا انتخاب کر کے ان کو مختلف ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ درج کیا ہے"۔[58]

انہی خصوصیات کی بناء پر تاریخ قزوین کے مصنف کا کہنا ہے"والحفاظ يقرنون كتابه بالصحيحين وسنن أبي داود والنسائي ويحتجون بما فيه[59] ۔(حفاظ حدیث ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن ابی داؤد، اور سنن نسائی کے برابر رکھتے ہیں، اور اس کی روایات سے استدلال کرتے ہیں)۔

خلاصہ بحث

یہ تحقیق ان چار عظیم مؤلفین کی علمی جدوجہد، ان کی تدوینی روش اور ان کے دور کے سماجی وسیاسی تناظر کا احاطہ کرتی ہے۔ ان کی زندگیوں کا جائزہ لینے سے ہمیں حدیث کے علوم کی ترقی اور اسلامی روایات کے تحفظ میں ان کے بے پناہ کردار کا علم ہوتا ہے۔ ان کی خدمات نہ صرف ان کی تصنیفات تک محدود ہیں بلکہ بعد کے ادوار میں بھی ان کا علمی اثر ورسوخ قائم رہا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] تذکرۃ الحفاظ:۲/۱۸۷

[2] تھذیب التھذیب:۹/۳۴۵

[3] سیر أعلام النبلاء:۱۳/۳۷۳

[4] البدایۃ والنھایۃ:۱۷/۶، طبع دار البیان

[5] شذرات الذھب:۲/۳۴۲، طبع بیروت

[6] ابن ماجہ اور علم حدیث:۲۲۶

[7] تھذیب التھذیب:۴/۱۴۹

[8] البدایۃ والنھایۃ:۱۱/۵۸

[9] تھذیب التھذیب:۴/۱۰۱

[10] سیر أعلام النبلاء:۱۳/۲۱۵

[11] جامع بیان العلم:۲/۲۰

[12] معالم السنن:۷-۱

[13] تھذیب التھذیب:۴-۱۰۱

[14] تھذیب التھذیب:۴-۱۰۱

[15] البدایۃ والنھایۃ:۱۱-۵۵

[16] معالم السنن ۷-۱، تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۴۳-۲۴

[17] تھذیب الأسماء واللغات:۲/۲۲۵

[18] تدریب الراوي، ص:۵۶

[19] ابن ماجہ اور علم حدیث:۲۲۳-۲۲۱ تلخیص کے ساتھ

[20] معالم السنن:۱-۱۷

[21] مأخوذ: ابن ماجہ اور علم حدیث:۲۲۳

[22] تھذیب التھذیب:۴/۱۵۱

[23] معالم السنن:۱-۶

[24] الحطۃ في ذکر الصحاح الستۃ، ص:۲۰۵، ط. دار الکتب العلمیۃ

[25] تھذیب مختصر سنن أبي داؤد لابن القیم ۸۱، مأخوذ مقدمۃ بذل المجھود از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

[26] وفیات الأعیان:۴۰۴-۲

[27] سیر أعلام النبلاء:۱۴-۱۲۸

[28] البدایۃ والنھایۃ:۱۱/۱۶۳

[29] سیر أعلام النبلاء:۱۴/۱۲۷

[30] سیر أعلام النبلاء:۱۴-۱۳۱

[31] سیر أعلام النبلاء:۱۴-۱۳۱

[32] سیر أعلام النبلاء:۱۴-۱۳۳

[33] سیر أعلام النبلاء:۱۴-۱۳۳

[34] سیر أعلام النبلاء:۱۴-۱۲۵

[35] سیر أعلام النبلاء:۱۴-۱۲۷

[36] هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص:۸

[37] شذرات الذهب:۲-۴۲۲

[38] جامع الأصول:۱-۱۱۶، طبع لبنان

[39] سیر أعلام النبلاء:۱۴-۱۳۱-۱۳۲

[40] وفیات الأعیان:۷۸-۱

[41] شروط الأئمة السنة، مقدی

[42] ابن ماجہ اور علم حدیث، ص:۹

[43] ابن ماجہ اور علم حدیث، ص:۲۰

[44] ابن ماجہ اور علم حدیث، ص:۱۳۳، حوالہ شروط الأئمة السنة

[45] تذکرة الحفاظ:۱۵۵/۲

[46] التدوین في أخبار قزوین في ترجمة ابن ماجة، ص:۴۹

[47] وفیات الأعیان:۲۷۹/۴

[48] ابن ماجہ اور علم حدیث ص:۱۲۵

[49] بستان المحدثین:۱۱۲

[50] تهذیب التهذیب:۴۶۸/۹

[51] فتح المغیث، ص:۸۷

[52] وفیات الأعیان:۲۷۹/۴

[53] التدوین في أخبار قزوین، ص:۷

[54] ابن ماجہ اور علم حدیث، ص:۲۴۱

[55] ابن ماجہ اور علم حدیث، ص:۲۴۲

[56] التدوین في أخبار قزوین، ص:۷

[57] ابن ماجہ اور علم حدیث، ص:۲۴۱

[58] ابن ماجہ اور علم حدیث، ص:۲۴۲

[59] التدوین في أخبار قزوین، ص:۷